27

مومن کی ہمدردی کا دامن

تمام بنی نوع انسان تک وسیع ہونا چاہیے

جب قوم پر کوئی مصیبت آ جائے
تو پورے جوش کے ساتھ خدمتِ خلق میں حصہ لینا چاہیے

(فرمودہ یکم اکتوبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''نقرس کے حملہ کی وجہ سے میں گزشتہ جمعہ بھی مسجد میں نہیں آ سکا اور اس سے پہلے بھی کچھ دن نمازوں کے لیے نہیں آ سکا۔ اِس دفعہ تین سال کے بعد نقرس کا شدید حملہ ہوا ہے۔ اگرچہ یہ پہلے حملے کی طرح سخت نہیں تھا تاہم میں گُھٹنے کی درد اور اس کے ورم کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں یا تو اشارہ سے سجدہ کر لیتا تھا اور یا تین چار تکیے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر اُن پر سجدہ کرتا تھا۔ اب بھی میری لات میں درد ہے گو اِتنی نہیں جتنی پہلے تھی اور درد کی تیزی کی وجہ سے جو بخار ہو جایا کرتا تھا وہ بھی اب محسوس نہیں ہوتا۔ بہرحال میں ابھی سجدہ نہیں کر سکتا۔ میں نے گاؤ تکیہ منگوا لیا ہے تا کہ اگر زمین پر سجدہ نہ کر سکوں تو گاؤ تکیہ کو سامنے رکھ کر اُس پر سجدہ کر لوں۔

احباب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر دو طرح کی ذمہ داریاں عائد کی ہوئی ہیں۔ ایک ذمہ داری اُس کے نفس کی ہے جس میں اُس کے عزیز اور رشتہ دار بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور ایک ذمہ داری اُس کی قوم یا ملک کی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اس میں وہ تمام افراد شامل ہوتے ہیں جو اُس کی طرف کسی نہ کسی رنگ میں منسوب ہوتے ہیں۔ چاہے وہ انہیں جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اُس نے انہیں دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اِس ذمہ داری کو وسیع کیا جائے تو یہ انسانیت کی ذمہ داری کہلاتی ہے اور اگر اسے محدود کریں تو یہ وطنی قوم کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اور اگر اسے اَور محدود کر دیا جائے تو ایک نسلی قوم یعنی ایک دادے کی اولاد کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ بہرحال یہ ذمہ داری ایسی ہے جس میں جاننے یا نہ جاننے کا سوال نہیں انسانوں کا ہر طبقہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کے احکام میں اِن دونوں ذمہ داریوں کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً انسان کی اپنی ذات ہے۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا۔1 ایک مہاجر صحابیؓ کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب وہ اپنے انصاری بھائی کے گھر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اُن انصاری صحابیؓ کی بیوی کے کپڑے نہایت میلے کچیلے ہیں۔ اُن دنوں پردہ کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اُسے توجہ دلائی کہ جسم اور لباس کی صفائی رکھا کرو کیونکہ مذہبی لحاظ سے بھی اور جسمانی لحاظ سے بھی یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے کیا صفائی رکھنی ہے۔ بیوی کی طرف توجہ کرنے والا تو خاوند ہوتا ہے لیکن تمہارے انصاری بھائی کو تو گھر کی پروا ہی نہیں۔ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات نماز پڑھتا رہتا ہے۔ اُسے دنیا کی طرف کوئی رغبت ہی نہیں ہے۔ جب وہ انصاری گھر آئے تو اُن کے لیے کھانا تیار کیا گیا لیکن انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ اِس پر مہاجر بھائی نے کہا کہ جب تک تم کھانا نہ کھاؤ میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا مگر جب ان کے مہاجر بھائی کا اصرار بڑھ گیا تو انہوں نے کہا بہت اچھا! میں روزہ کھول

دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھا لیا۔ پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد، عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد انصاری دوست نے نفل ادا کرنے شروع کیے تو مہاجر بھائی نے انہیں پکڑ لیا اور کہا تم گھر میں جاؤ اور سو رہو۔ میں تمہیں نفل نہیں پڑھنے دوں گا۔ تہجد کے وقت میں تمہیں جگا دوں گا۔ خیر وہ گھر جا کر سو گئے اور رات کے آخری حصہ میں مہاجر بھائی نے انہیں جگا دیا اور انہوں نے نمازِ تہجد ادا کی۔ جب صبح ہوئی تو وہ انصاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! آپ نے فلاں شخص کو میرا بھائی مقرر کیا ہے۔ اُس نے کل مجھے عبادت سے محروم رکھا ہے۔ میں دن کو روزہ رکھتا تھا اور ساری رات نفل ادا کیا کرتا تھا لیکن اُس نے نہ مجھے روزہ رکھنے دیا اور نہ ساری رات نفل ادا کرنے دیئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بھائی نے جو کچھ کیا ہے درست کیا ہے۔ جو طریق تم نے اختیار کیا وہ درست نہیں۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ۔2 تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس اسلام نے اپنے احکام میں انسان کی ذات کو مدنظر رکھا ہے اور کہا ہے اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ پھر نفس میں بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی شامل کیا ہے۔

رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے افراد کے متعلق ہم دیکھتے ہیں تو ان کے متعلق بھی شریعت میں احکام موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب تم جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آؤ تو نہا کر آؤ۔ پیاز، لہسن یا اَور کسی قسم کی بدبودار چیز کھا کر نہ آؤ، کپڑے دھو کر آؤ اور خوشبو لگا کر آؤ۔3 نہانا اس لیے ضروری قرار دیا کہ گندہ رہنے کی وجہ سے جسم میں ایک قسم کی بدبو پیدا ہو جاتی ہے جو نہانے سے دور ہو جاتی ہے۔ خوشبو لگانے کا حکم اس لیے دیا کہ بعض بیماریوں کی وجہ سے جیسے بغل گند ہوتی ہے نہانے کے باوجود جسم سے بدبو آتی رہتی ہے۔ خوشبو اِس قسم کی بُو کے ازالہ کے لیے مفید چیز ہے۔ غرض جو بُو عارضی ہوتی ہے اُس کا بھی علاج کر دیا اور بیماریوں کی وجہ سے جو مستقل بُو پیدا ہو جاتی ہے اُس کا بھی علاج کر دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا دیکھو! انسان کے لیے یہ چیز بھی ثواب کا موجب ہے کہ اگر وہ راستہ میں کوئی لکڑی، کانٹا یا گوبر پڑا ہوا دیکھے تو اُسے دور کر دے۔4 اُس کا یہ فعل بھی اُس کے لیے نیکی شمار ہو گا۔

اب مسجد والے تو اُس کے ہم مذہب تھے لیکن سڑک پر چلنے والے اس کے وطنی بھی ہو سکتے ہیں اور غیر وطنی بھی ہو سکتے ہیں، مسافر اور سیاح بھی ہو سکتے ہیں۔ پس اس حکم کے ذریعہ آپ نے تمام بنی نوع انسان تک اپنی ہمدردی کے دامن کو وسیع کرنے کا حکم دیا۔

پھر جیسا کہ میں سمجھتا ہوں ایک قرآنی آیت سے بھی یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ اُن لوگوں سے بھی انسانی ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیے جن سے عام حالات میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور وہ آیت یہ ہے وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ 5 اب تک اِس آیت کے جو معنے کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسانی اموال میں اُن لوگوں کا بھی حق ہے جو زبان سے مانگ لیتے ہیں اور اُن کا بھی حق ہے جو زبان سے مانگتے نہیں۔ اور یا یہ معنے کیے جاتے ہیں کہ ان کے اموال میں انسان کا بھی حق ہے جو اپنی ضرورت خود بیان کر لیتا ہے اور جانور کا بھی حق ہے جو اپنی ضرورت خود بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ گو اِس کے یہ معنے بھی درست ہیں جو اَب تک کیے جاتے ہیں لیکن محروم میں غیر ممالک کے رہنے والے اور غیر اقوام بھی شامل ہیں جن تک انسان کی عام حالات میں پہنچ نہیں ہوتی۔ مثلاً ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ انفرادی لحاظ سے ہم جاپانیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہاں! قومی طور پر ہم چندہ کر کے جاپانیوں کی مدد کریں تو وہ ہمارے اموال میں حصہ دار بن جاتے ہیں۔ پس اِس لفظ میں وہ انسانی ہمدردی بھی شامل ہے جو عام حالات میں انسان کی طاقت سے باہر ہوتی ہے۔ عرب، مصر، ایران، افغانستان، چین، جاپان، یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ، ارجنٹائن، چلّی، کینیڈا، برازیل، فرانس، جرمنی، سپین، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ ممالک میں جو لوگ آباد ہیں اُن سے ہمدردی کرنے کے ذرائع ہمارے پاس موجود نہیں۔ لیکن اگر ہم ایسے مواقع پر جب ساری قوم پر کوئی مصیبت آ جایا کرتی ہے اُن کی مدد کریں تو اِس طرح وہ بھی ہمارے اموال میں حصہ دار بن جاتے ہیں۔ یورپین لوگوں نے اِس بات کو مدنظر رکھا ہے اور انہوں نے ریڈکراس قسم کی سوسائٹیاں بنائی ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ چندہ کرتے رہتے ہیں اور ڈاکٹر اور نرسیں وغیرہ ملازم رکھ لیتے ہیں۔ اور جب کسی قوم پر کوئی بڑی مصیبت آ جائے تو اُس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اِس طرح وہ اِس آیت کے مفہوم کے مطابق عمل کرتے ہیں کہ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ

وَالْمَحْرُوْمِ۔ ہمسایہ "محروم" میں اس لیے شامل نہیں کہ گو وہ ہم سے نہیں مانگتا لیکن اُس کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ پس عدمِ علم کی وجہ سے محروم نہیں ہے۔ اِسی طرح کراچی اور حیدرآباد (سندھ) کے رہنے والے محروم نہیں کیونکہ گو ہم اُن کی براہِ راست کوئی مدد نہیں کرتے لیکن ہم گورنمنٹ کو ٹیکس ادا کر رہے ہیں اور اُس ٹیکس سے حکومت اُن کی امداد کر رہی ہے۔ لیکن ہندوستان اور چین والوں کی نہ ہم براہِ راست کوئی مدد کرتے ہیں اور نہ ہماری حکومت اُن کی کوئی مدد کرتی ہے۔ اگر ہم اِس قسم کے محروم لوگوں کی مدد کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ ہم ریڈکراس یا ہلالِ احمر کی قسم کی بعض سوسائٹیاں بنا لیں اور عام حالات میں اپنے اموال سے کچھ نہ کچھ بطور چندہ دیتے رہیں تا اگر کسی قوم پر کوئی بڑی مصیبت آئے تو ان سوسائٹیوں کی وساطت سے ہم اُس کی مدد کرسکیں۔ پس اِس آیت کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو اِس قسم کے ذرائع اختیار کرنے چاہییں کہ وہ اُن لوگوں کی مدد کو بھی پہنچ سکیں جن تک عام حالات میں ان کی پہنچ نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اِس قسم کے سامان پیدا کر دے کہ ہم دوسرے لوگوں کی مدد کرسکیں تو ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ بلکہ پورے جوش کے ساتھ اس میں حصہ لینا چاہیے۔

پچھلے دنوں مشرقی پاکستان میں سیلاب آیا جس پر میں نے خطبہ پڑھا اور جماعت کو تاکید کی کہ فوری طور پر چندہ کر کے مشرقی پاکستان کی مالی امداد کی جائے۔ اِس پر پہلا عمل تو میرے دفتر نے کیا کہ انہوں نے دو دن تک میرا خطبہ دبا رکھا اور پھر اُسے ڈاک کے ذریعہ الفضل کو بھیجا۔ اُن دنوں ڈاک میں ایسی مشکلات پیش آ گئیں کہ خطبہ الفضل والوں کو قریباً دس دن بعد ملا۔ دوسرا عمل نظارت علیاء، نظارت امور عامہ اور نظارت بیت المال نے کیا کہ ان کی طرف سے پندرہ دن تک اخبار میں کوئی تحریک نہ چھپی۔ پھر تیسرا عمل الفضل والوں نے کیا کہ انہوں نے صرف خطبہ شائع کر دیا۔ بعد میں اس تحریک کا تکرار نہ کیا۔ گویا خداتعالیٰ نے جو ہمارے لیے اس قسم کا موقع بہم پہنچایا تھا کہ ہم مشرقی پاکستان کی مدد کرسکیں اُس کے متعلق پوری کوشش کی گئی کہ جماعت کے کانوں میں یہ تحریک نہ پڑے اور دفتر والوں نے اپنا سارا زور اس بات پر لگا دیا کہ میری یہ تحریک جماعت تک پہنچنے نہ پائے تا انہیں ثواب کا

کہیں موقع نہ مل جائے۔ جب مرکز کی یہ حالت ہو تو بیرونی جماعتوں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ متواتر اِس قسم کے حالات پیدا ہوئے ہیں کہ جب کسی ناگہانی بلاء کے وقت مصیبت زدوں کی مدد کی گئی تو اس کا اَثر ایک لمبے عرصہ تک علاقہ میں رہا۔

پچھلے دنوں ایک کار کی ٹکر کا واقعہ لالیاں میں ہو گیا تھا۔ حکومت کے افسران نے جماعت سے کہا کہ اِس وقت ہم تو مصیبت زدگان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے آپ ہی اُن کی مدد کریں۔ اِس پر کچھ دوست وہاں گئے اور انہوں نے مدد کی۔ اِس کی وجہ سے دس پندرہ دن تک علاقہ میں شور رہا کہ فلاں موقع پر احمدیوں نے یہ کیا۔ احمدیوں نے مصیبت زدگان سے ہمدردی کا سلوک کیا، ان کی مرہم پٹی کی اور انہیں مناسب جگہوں پر پہنچایا۔ پھر پچھلا سیلاب آیا تھا۔ یہ موقع بھی ایسا تھا کہ مصیبت زدگان سے ہمدردی کا اظہار کیا جاتا اور جماعت نے ایسا کیا بھی۔ اب پھر سیلاب آیا ہے۔ اس موقع کو بھی ہمیں ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ اِس موقع پر اگر دفاتر میں چھٹی بھی کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً آخری جمعرات کو ہمارے دفاتر اور دیگر ادارے بند رہتے ہیں لیکن گورنمنٹ کے دفاتر میں ایسا نہیں ہوتا۔ مجھے بعض دوستوں نے معیّن صورت میں کہا ہے کہ جب گورنمنٹ کے اداروں میں اِس قسم کی چھٹی نہیں ہوتی تو ہمارے مرکز میں ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ میں اِس کی تحقیقات کر رہا ہوں۔ لیکن اگر آخری جمعرات کو چھٹی ضروری ہے تو ایسے مواقع پر کیوں چھٹی نہیں دی جاتی تا مصیبت زدگان کی امداد کی جائے یا سڑکوں کی مرمت کی جائے تا کہ لوگوں کے تعلقات جو منقطع ہو جاتے ہیں وہ دوبارہ قائم ہو جائیں۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ کئی احمدی اِس بات سے چڑ جاتے ہیں کہ جن لوگوں کی ہم مدد کرتے ہیں وہی کچھ عرصہ کے بعد ہم سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہی چیز تو مزہ دیتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ لوگ جن کی خدمت کی جائے مخالفت کرنے لگ جائیں تو ہمارا دل اِس بات پر خوش ہو گا کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے انسان کی خاطر نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ ابھی اِس طوفان میں ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ ایک بس سروس کمپنی کے متعلق ہمیشہ یہ شکایت آتی ہے کہ وہ اپنی لاریاں ربوہ میں نہیں ٹھہراتی بلکہ اُن کی لاریاں یا تو احمد نگر کے قریب

ٹھہرتی ہیں یا چنیوٹ کے پاس جا کر ٹھہرتی ہیں تا ربوہ سے احمدی سوار نہ ہوں۔ جب طوفان آیا اور سڑک پانی کے نیچے آ گئی تو مسافروں کی امداد کرنے کے لیے ربوہ کے خدام سڑک پر گئے۔ اِس بس سروس کمپنی کی ایک لاری پانی میں پھنس گئی۔ جب خدام مدد کے لیے گئے تو ڈرائیور نے کہا تم لاری کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ڈرائیور اور مسافر کافی وقت تک زور لگاتے رہے لیکن لاری نہ نکلی۔ بعد میں وہ مجبور ہو کر خدام کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ لاری نکالنے میں ہماری مدد کی جائے۔ چنانچہ کچھ خدام گئے اور انہوں نے نہایت محنت سے اُس لاری کو باہر نکال دیا۔ ڈرائیور نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے ہماری خاطر بہت تکلیف برداشت کی ہے۔ اِس دوران میں کسی لڑکے نے یہ کہہ دیا کہ آپ شکریہ تو ادا کرتے ہیں مگر کیا احمدیوں کو کبھی اپنی لاری میں سوار بھی کریں گے؟ اُس لڑکے کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا خداتعالیٰ کی خاطر کیا تھا۔ مگر تاہم اُس ڈرائیور نے یہ جواب دیا کہ اب ہم پہلے آپ کو بٹھایا کریں گے پھر اَور کسی کو بٹھائیں گے۔ لیکن دل ایک دن میں نہیں بدلا کرتے۔ دل آہستہ آہستہ بدلتے ہیں۔ اس لیے تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ اور اِس بات کا خیال نہ آنے دو کہ دوسرے لوگ تمہاری مخالفت کرتے ہیں یا تمہاری خدمت کی قدر کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بار بار فی سبیل اللہ کے الفاظ بیان فرماتا ہے کہ تم جو نیکی بھی کرو خداتعالیٰ کی خاطر کرو۔ اس لیے چاہے تم سَو دفعہ نیکی کرو اور جن سے تم نیکی کرو وہ سو دفعہ تمہاری مخالفت کریں۔ وہ تمہارے دشمن ہو جائیں مگر تم نیکی کو ترک نہ کرو۔ آخر قیامت کے دن اُنہی کو پکڑا جائے گا اور تمہارے گلے میں سوسو ہار پڑیں گے۔ پس تم میں سے کسی کو اِس بات کا خیال نہیں کرنا چاہیے کہ تمہارے حُسنِ سلوک کی کوئی قدر بھی کرتا ہے یا نہیں۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے خداتعالیٰ کی خاطر کرنا ہے اور وہی تمہاری نیکی کا بدلہ دے گا۔

اِس دفعہ لاہور کی جماعت نے قربانی کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے اور وہاں کے خدام نے قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اس دفعہ اُن میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے مصیبت زدگان کی خوب مدد کی ہے اور انہوں نے اُن مکانوں میں

لوگوں کو پناہ دی ہے جنہیں گزشتہ فسادات میں جلانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اور جن لوگوں کو اب پناہ دی گئی ہے وہ انہیں جلانے آئے تھے۔ اب وہ لوگ اپنے دلوں میں کتنے شرمندہ ہوں گے کہ اگر ہم اِن مکانوں کو گزشتہ فسادات کے دوران میں جلا دیتے تو آج ہم طوفان میں ڈوب جاتے اور ہمیں پناہ کی کوئی جگہ نہ ملتی۔ اب فرض کرو کہ کچھ عرصہ کے بعد جماعت کے احسان کو بھول جاتے ہیں۔ تب بھی تم اُن سے حُسنِ سلوک کرو کیونکہ تم نے جو کچھ کرنا ہے وہ خداتعالیٰ کی خاطر کرنا ہے۔ اور خداتعالیٰ تمہارے کام کو دیکھ رہا ہے اور وہی اِس کا اجر دے گا۔ اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرتا ہے اور دوسرا شخص اُس احسان کو بھول جاتا ہے یا اُس کے احسان کی قدر نہیں کرتا تو یہ اُس کا قصور ہے۔ تمہارا فائدہ اِسی میں ہے کہ تم احسان کرتے چلے جاؤ۔ اور ہمارا خدا ایسا ہے کہ اُس نے نیکی کرنے والے کے لیے ثواب کے اتنے رستے کھولے ہیں کہ اُن کی کوئی حد ہی نہیں۔ اِس لیے ایسے فعل پر کسی مسلمان کے دل میں انقباض پیدا ہونا یا نفرت اور حقارت کا جذبہ پیدا ہونا اور دل میں گِرہ پڑنا ناجائز ہے۔ اگر کوئی تمہیں گالی دیتا ہے تو تمہیں چڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی گالی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو خداتعالیٰ کے فرشتے اُسے دعائیں دیتے ہیں۔6 اب دیکھو! اُس شخص کی گالیوں نے کیا بنانا تھا؟ اگر کچھ بنانا ہے تو فرشتوں کی دعاؤں نے بنانا ہے۔

میری اپنی یہ حالت ہے کہ مجھے کوئی کتنی گالیاں دے مجھے اِس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اِن الفاظ سے میرا کیا بگڑتا ہے۔ بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے بددعا کی ہے۔ مجھے اُن کی بات پر ہمیشہ ہنسی آتی ہے کہ اگر تو خداتعالیٰ قادر وعلیم ہے اور وہ یقیناً ایسا ہے تو وہ جانتا ہے کہ کوئی شخص دعا کے قابل ہے یا بددعا کے۔ اگر خداتعالیٰ کے نزدیک وہ دعا کے قابل ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق اُس سے سلوک کرے گا اور کسی کی بددعا کو کیوں سُنے گا۔ اور اگر اُس کے علم میں وہ دعا کے قابل نہیں تو اگر کوئی اُسے بددعا نہ بھی دیتا تب بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر خداتعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اُس کے دس بچے زندہ رہیں اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ خدا کرے

اُس کے سارے بچے مر جائیں، تو خداتعالیٰ پاگل تو نہیں کہ وہ اُس کی بات کو مان لے۔ وہ اپنے علم کے مطابق اُس سے سلوک کرے گا اور دوسرے شخص کی بددعا کوئی اَثر نہیں کرے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ تم ایک طرف تو اُسے خدا سمجھتے ہو اور دوسری طرف اُسے اپنے سے بھی کم عقل سمجھتے ہو۔ ہمارا خدا تو کامل خدا ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر بھی ہمارے لیے بددعائیں کرے تو ہم اُن سے ڈر نہیں سکتے۔ کیونکہ خداتعالیٰ اپنے علم کے مطابق ہم سے سلوک کرے گا۔ وہ اس بات کا پابند نہیں کہ دوسرا جو کچھ کہہ دے اُسے مان لے۔ یہ تو جاہل عورتوں کا طریق ہے کہ وہ دوسرے کی بددعا سے ڈرتی ہیں۔ مجھے ساری دنیا بددعائیں دے لے۔ میں اُن کے سامنے بیٹھ جاتا ہوں اور بددعائیں سنتا جاتا ہوں۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ میرے خدا نہیں۔ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ خوب سمجھتا ہے کہ میں ان بددعاؤں کا مستحق ہوں یا دعاؤں کا۔ اُسی نے مجھ سے معاملہ کرنا ہے۔ اِن لوگوں کا کیا ہے۔ یہ جو چاہیں کرتے رہیں اِن کی بددعاؤں کا کوئی اَثر نہیں ہوسکتا۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ مظلوم کی دعا اور خداتعالیٰ کے درمیان کوئی چیز روک نہیں 7 لیکن پہلے تو تم اپنے آپ کو ظالم بناؤ گے تو ایسا ہوگا۔ جب تم کسی کی بددعا سے ڈرتے ہو تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اِس بات کا اقرار کرتے ہو کہ تم ظالم ہو۔ اور اگر تم جانتے ہو کہ تم نے جُرم کیا ہے تو اِس کا علاج ڈرنا اور شور مچانا نہیں بلکہ ظلم کا علاج یہ ہے کہ تم مظلوم کے پاس جا کر اُس سے اپنے قصور کی معافی طلب کرو۔

غرض تمہیں اِس بات کی پروا نہیں کرنی چاہیے کہ لوگ تمہاری خدمت کو بھول گئے ہیں۔ وہ بیشک بھول جائیں جس ذات کے لیے تم نے ان کی خدمت کی تھی وہ اسے نہیں بھول سکتی۔ خداتعالیٰ تمہارے کام کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس کا بہتر اجر تمہیں دے گا۔

امام غزالیؒ نے ایک کہانی بیان کی ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے لیکن وہ حدیث نہیں۔ مگر چونکہ کہانیوں سے بھی بعض اسباق ملتے ہیں اس لیے صوفیاء اپنی کتابوں میں ایسی کہانیاں بھی درج کر لیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہوں گے اور آپ کی امت بھی کھڑی ہو گی کہ جہنم میں یکدم جوش پیدا ہو گا

اور اُس کی آگ باہر پھیلنی شروع ہو جائے گی۔ اُسے دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ساری امت دعا کرنے لگ جائے گی۔ وہ گریہ و زاری کرے گی لیکن آگ برابر بڑھتی چلی جائے گی۔ اِتنے میں جبریل ایک پتیلا لائیں گے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے یَارَسُولَ اللّٰہ ! اِس پتیلے میں پانی ہے۔ آپ اِس پانی کو لیں اور آگ پر چھڑکیں۔ اِس سے آگ بُجھ جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرمائیں گے کہ اِس پتیلا میں کیسا پانی ہے؟ تو جبریل جواب دیں گے اِس میں امت کے گناہگاروں کے آنسو ہیں۔

اب جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے میں اِس ادّعا کو لچّر اور لغو سمجھتا ہوں۔ یہ حدیث نہیں بلکہ امام غزالیؒ نے اس واقعہ کو صرف نصیحت کے رنگ میں نقل کر دیا ہے۔ اگر یہ حدیث ہوتی تو اسے کوئی معتبر محدّث اپنی معتبر کتاب میں بھی بیان کرتا لیکن اسے کسی معتبر محدّث نے بیان نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء نے بہت سی باتیں ایسی نقل کر دی ہیں جو لکھی تو حدیث کے رنگ میں گئی ہیں لیکن وہ احادیث نہیں۔ محدثین کا خیال ہے کہ جس بات میں کوئی نصیحت پائی جائے صوفیاء اُسے نقل کر دیتے ہیں وہ اسے پرکھتے نہیں۔ اِس قسم کی روایات میں سے یہ واقعہ بھی ہے۔ اِس میں ایک سبق ہے جو قابلِ قدر ہے۔ اور وہ سبق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی کرتا ہے اور پھر خداتعالیٰ کے سامنے روتا ہے تو خداتعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔ باقی یہ بات بالکل لغو ہے کہ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کے اقطاب اور اولیاء کی دعاؤں نے کوئی اثر نہ کیا وہاں گناہگاروں کے آنسوؤں نے اثر کر دیا۔ اِتنا حصہ بالکل لچّر اور پوچ[8] اور بیہودہ ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ گاروں کا رونا اور اُن کی گریہ وزاری کرنا اُن کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ مگر یہ بات درست نہیں کہ اُن کے آنسو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی دعاؤں سے بھی بڑھ گئے۔ پس ذِکْریٰ کے طور پر اس واقعہ میں ایک خوبی پائی جاتی ہے جو قابلِ قدر ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ حدیث ہے، میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ بہرحال اگر کوئی انسان ظلم کرتا ہے تو اُسے خداتعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے اور

اپنی غلطی کی معافی طلب کرنی چاہیے۔ باقی یہ کہ لوگوں کی بددعائیں خواہ ظالمانہ ہوں خداتعالیٰ تک چلی جاتی ہیں اور وہ انہیں قبول کر لیتا ہے درست نہیں۔ اگر بددعائیں کام دیں تو ہمارے لیے تو سارے مولوی بددعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مولوی بھی موجود ہیں جو سٹیجوں پر رات دن ہم پر لعنت ڈالتے رہتے ہیں۔ اگر اُن باتوں میں کوئی اثر ہوتا تو یہ سلسلہ کبھی کا ختم ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ انسانی کام ہوتا تو یہ سلسلہ تو کبھی کا ختم ہو جاتا۔

پس اِس امر کو یاد رکھو کہ ہمارا خدا منصف اور وفادار ہے۔ وہ ہمیشہ انصاف سے کام لیتا ہے۔ وہ صرف اُس کو پکڑتا ہے جو غلطی کرتا ہے اور جو شخص غلطی نہیں کرتا وہ اسے کچھ نہیں کہتا۔ دین کے بارے میں تم حق پر ہو۔ اس لیے خداتعالیٰ دین کے بارہ میں دوسرے لوگوں کو ہی پکڑے گا تمہیں نہیں پکڑے گا۔ اگر تم کسی سے حُسنِ سلوک کرتے ہو اور وہ تمہارے احسان کی ناقدری کرتا ہے تو بدلہ تو خدا نے دینا ہے۔ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ شخص تمہارے احسان کی قدر نہیں کرتا بلکہ تم پر ظلم کرتا ہے تو تمہیں خداتعالیٰ سے دُہرے بدلہ کی امید کرنی چاہیے۔ ایک تو تمہارے احسان کا بدلہ تمہیں ملے گا اور دوسرے تم پر ظلم کرنے کی وجہ سے تمہارے احسان فراموش دشمن کی نیکیاں بھی تمہیں مل جائیں گی۔

لیکن یہ یاد رکھو کہ شریف طبقہ ہر قوم میں ہوتا ہے۔ دہریوں میں بھی شریف ہوتے ہیں۔ پھر مسلمان کے کان میں تو قرآن کریم کے الفاظ رات دن پڑتے رہتے ہیں۔ اس لیے کوئی نہ کوئی درجہ شرافت کا اس میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ پس تم کیونکر سمجھتے ہو کہ تمہاری نیکی اُن پر اثر نہیں کرے گی۔ ممکن ہے تمہاری نیکی دیکھ کر وہ بھی اس قسم کا کام کرنا شروع کر دیں اور اس طرح ان میں بھی قوم، ملک اور حکومت کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو تمہیں اس بات کا بھی ثواب ملے گا کہ تم نے نیکی کی۔ اور اس بات کا بھی ثواب ملے گا کہ تمہاری وجہ سے دوسرے کئی لوگوں نے نیکی کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے ذریعہ کوئی دوسرا آدمی ہدایت پا لیتا ہے تو اُسے دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک ثواب تو اس کی اپنی نیکی کا ہوتا ہے اور ایک ثواب اُس شخص کی نیکی کا ملتا ہے جو اُس کے

ذریعہ ہدایت پاتا ہے۔ فرض کرو تمہاری وجہ سے پاکستان کے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور تمہاری تعداد ایک لاکھ ہو تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک کو آٹھ سو آدمیوں کی نیکی کا ثواب ملے گا۔ ایک آدمی کی نیکی بھی بڑی چیز ہوتی ہے اور وہ آسمان اور زمین کو بھر دیتی ہے۔ پھر اگر کسی کے ذریعہ آٹھ سو اشخاص ہدایت پا جائیں اور اُن آٹھ سَو اشخاص کی نیکیوں کا ثواب بھی اُسے ملے تو پھر اُس کی نیکیوں کو رکھنے کے لیے خداتعالیٰ ہی سامان کرے تو کرے ورنہ زمین و آسمان میں اُس کی نیکیاں سما نہیں سکیں گی۔ پس دوست اِس قسم کے نیکی کے مواقع کو ضائع نہ کریں بلکہ اِن مواقع پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خدمت کریں۔ اگر تمہارے عمل کو دیکھ کر دوسرے لوگوں میں بھی نیکی پیدا ہو جائے تو یقیناً اس سے سارے ملک کا معیارِ اخلاق بلند ہو جائے گا''۔ (الفضل 8 اکتوبر 1954ء)

1: بخاری کتاب الصوم بابُ مَنْ اَقْسَمَ علی اَخِیْہِ لِیُفْطِر فی التَّطَوُّعِ...

2: بخاری کتاب الصَّوم باب مَنْ اَقْسَمَ عَلی اَخِیْہِ لِیُفْطِر فی التَّطَوُّعِ... (لِزَوْجِکَ کی جگہ لِاَھْلِکَ)

3: صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الطِّیبِ للْجُمُعَةِ،بابُ الدُّھْنِ للجمعة . کتاب الاطعمة باب مایکرہ من الثوم والبقولِ

4: صحیح مسلم کتاب الزکاة باب بیان أنَّ اسم الصدقةِیقع علی کل نوع من المعروفِ۔

5: الذاریات:20

6: مسند احمد بن حنبل مسند ابی ھریرة جلد2 صفحہ 436۔ بیروت 1978ء۔

7: صحیح بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم

8: پوچ: لغو۔ بے ہودہ ۔ مہمل۔ ذلیل۔حقیر۔ پاجی۔ کمینہ، ہیچ۔ ہرزا سرا۔ یاوہ گو (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)